قسط نمبر 3

کیا قرآن سے حلالہ ملعونہ مروجہ کا اثبات ہوتا ہے؟

جواز کے دلائل کا ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف...... مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام۔ لاہور

ایک اور حقیقت کی وضاحت! حنفی مدارس میں تدریسِ حدیث کا انداز اور مقصد

مولانا تقی عثمانی کے درسی افادات جو ''درس ترمذی'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں، ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ احناف کے مدارس میں ''تدریس حدیث'' کے دوران کس طرح احکام حدیثیہ کو توڑ مروڑ کر اور حق وانصاف کا خون کر کے ''حنفیت'' کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے اور یہ روش کسی ایک مدرسے یا کسی ایک شیخ الحدیث کی نہیں ہے، بلکہ قرآن وحدیث کو تاویلات رکیکہ کی سان پر چڑھانے کا یہ سلسلہ اور حق وانصاف کا خون کرنے کا یہ رویہ تب سے جاری ہے جب سے ڈیڑھ صدی قبل دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا ہے۔ دار العلوم دیوبند کے اکابر بھی یہی کچھ کرتے رہے ہیں جس کے نمونے ان کے مطبوعہ درسی افادات میں (درس ترمذی ہی کی طرح) دیکھے جاسکتے ہیں اور ان کے فیض یافتگان پاک وہند کے حنفی مدارس میں یہی کچھ کر رہے ہیں اور قریب سے مشاہدہ کرنے والوں کے مشاہدات وتاثرات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ہم مثال کے طور پر فی الحال ایک واقعہ پیش کرتے ہیں، ورنہ یہ قصہ درد بھی بڑا طویل ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے دست راست مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم لکھتے ہیں: ''جب میں مصر سے (تعلیم حاصل کر کے) واپس لوٹا تو علم حدیث سے بالکل ناآشنا تھا۔ مصر میں حدیث کی تعلیم کا رواج ہی نہ تھا اور مجھے بڑی طلب تھی۔ ہندوستان کے رسمی مولویوں پر بھروسہ نہ تھا اور کسی واقعی محدث کی جستجو تھی۔ اسی حالت میں مولانا عین القضا صاحب (لکھنؤ) سے ملاقات ہوئی، ان کے پاس ایک اور مقطع شکل کے مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ علم حدیث سے محروم ہوں، فرمائیے کہاں اور کس سے یہ نعمت مل سکتی ہے؟ مولانا نے کوئی جواب نہ دیا، مسکراتے رہے لیکن مولوی صاحب بول اٹھے: حدیث کی طلب ہے تو دیوبند جائیے، حضرت مولانا

انور شاہ صاحب وہاں موجود ہیں۔ ندوہ میں بچپن گزارا تھا، اس لیے دیو بند کے خلاف طبیعت میں تعصب موجود تھا۔ پھر علامہ رشید رضا مرحوم کے درس نے مسلک سلف کا قائل کر دیا تھا۔ اس لیے سوال کیا ''مولانا انور شاہ صاحب کا طریق درس کیا ہے؟'' مولوی صاحب نے برجستہ جواب دیا: ''میاں کیا کہنا ان کے درس کا، فقہ حنفی کو حدیث سے اس طرح ثابت کر دیتے ہیں کہ بس عش عش کرتے رہو۔'' یہ سن کر میں سناٹے میں پڑ گیا اور مولانا عین القضا صاحب کو طالب رحم نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر مولوی صاحب سے عرض کیا: اگر حدیث اسی لیے ہے کہ فقہ حنفی کو ثابت کیا جائے تو حدیث پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ فقہ حنفی پڑھ لینا ہی کافی ہے۔

مولوی صاحب جز بز تو ہوئے مگر کچھ بولے نہیں۔

اس حقیقت کا اعتراف آخری عمر میں خود مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی کیا ہے اور اپنے اس طریق تدریس حدیث کو ''عمر برباد کر دی'' سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا کشمیری کی یہ روایت خود مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد محترم مفتی محمد شفیع مرحوم نے اپنی ایک تقریر میں بیان کی ہے۔ جو ''وحدت امت'' کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ مولانا کشمیری مرحوم کی بھی ایک مثال بطور نمونہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ ان کے ترمذی کے درسی افادات ''العرف الشذی'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔ اس میں علامہ کشمیری نے بھی حنفیہ کے زیر بحث حلالہ کے جواز میں اسی ابن سیرین کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ سخت منقطع روایت ہے۔

حالانکہ علامہ کشمیری کی بابت علمائے احناف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک تو ان جیسا محدث اس دور میں پیدا نہیں ہوا۔ دوسرے، علوم حدیث اور فن اسماء الرجال میں ان کو اتنی مہارت حاصل تھی کہ انہوں نے احادیث میں جمع و تطبیق کا بے مثال کارنامہ سرانجام دیا اور ہر ہر حدیث کو اس کا اصل مقام عطا کیا۔ تیسرے، ان کے درس حدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی اس میں ہر حدیث حنفی مذہب کی تائید کرتی نظر آتی تھی۔

قاری محمد طیب صاحب ان کی درسی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کسی حدیث کے مفہوم کے بارے میں جو دعویٰ کرتے، اسے دوسری احادیث سے مؤید اور مضبوط کرنے کیلئے درس ہی میں کتب پر کتب کھول کر دکھاتے جاتے تھے اور جب ایک حدیث کا دوسری احادیث کی واضح تفسیر سے مفہوم متعین ہو جاتا تو نتیجتاً وہی فقہ حنفی کا مسئلہ نکلتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ حدیث، فقہ حنفی کو پیدا کر رہی ہے۔''

خود ان کا یہ مقولہ بڑے فخر سے نقل کیا جاتا ہے کہ ''میں نے حنفی مذہب کو اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ سو سال تک اس کو کوئی متزلزل نہیں کر سکتا۔'' لیکن مسئلہ زیر بحث میں علامہ کشمیری نے بھی حدیث (لعن اللہ المحلل)

میں وارد لعنت کو شرط تحلیل کے ساتھ خاص کر کے حلالہ ملعونہ کو بہ نیت تحلیل نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر ہی قرار دیا ہے۔ دوسرے صحیح حدیث وآثار صحابہؓ کے مقابلے میں ایک منقطع اثر سے استدلال کیا ہے۔ ایسے شخص سے کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ نصوصِ قرآن وحدیث کے ساتھ حق وانصاف کا معاملہ کرے گا؟ بالخصوص جبکہ وہ خود بھی امام ابوحنیفہؒ کی تقلید محض پر فخر کرتا ہو۔ علامہ کشمیری کے صاحبزادے ان کا مقولہ نقل فرماتے ہیں ''میں کسی فن میں کسی کا مقلد نہیں ہوں خود اپنی رائے رکھتا ہوں بجز فقہ کے (کہ اس میں) ابوحنیفہؒ کی تقلید محض کرتا ہوں۔'' ان کے اس رویے اور اس مثال سے اول الذکر دو دعوؤں کی بابت آسانی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان میں کچھ حقیقت بھی ہے یا محض غلو عقیدت کا مظاہرہ اور بے جا مبالغہ آرائی۔

البتہ تیسرا دعویٰ سو فیصد حقیقت پر مبنی ہے کہ ان کے تدریس حدیث کا انداز اور مقصد حنفی فقہ کا اثبات تھا اور اس کیلئے یہ ضروری تھا کہ صحیح احادیث کو کسی نہ کسی طرح مجروح ومطعون اور ضعاف ومراسیل اور منقطع روایات کو قابل حجت ثابت کیا جائے۔ چنانچہ یہی کچھ انہوں نے بھی کیا، ان سے پہلے مولانا احمد علی سہارنپوری محشی صحیح بخاری، مولانا محمود الحسن اور مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ نے بھی یہی کیا اور ان کے بعد ہر حنفی مدرسے کا شیخ الحدیث مسند درس پر بیٹھ کر تدریس حدیث کے نام پر حنفیت ہی کی خدمت، یعنی نصوص قرآن وحدیث کو توڑ مروڑ کر، ان کی باطل تاویل اور دور از کار توجیہ کر کے حنفی فقہ کے بے سروپا مسائل کو صحیح باور کرا رہا ہے۔ جیسا کہ مولانا تقی عثمانی صاحب کے درسی افادات (درس ترمذی) بھی اسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے! مولانا احمد علی سہارنپوری اسی حدیثِ محلل کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی عربی عبارت کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

''پہلا لفظ مُحَلِّل (اسم فاعل، حلالہ کرنے والا) وہ شخص ہے جس کے ساتھ کسی عورت نے تحلیل کی غرض سے شادی کی۔ دوسرا لفظ مفعول (مُحَلَّل لہ وہ پہلا شوہر جس کی خاطر تحلیل واقع ہو رہی ہے۔ پہلا شخص (مُحَلِّل، حلالہ کرنے والا) اس لیے ملعون ہے کہ اس نے جدائی (طلاق) کے ارادے سے نکاح کیا حالانکہ نکاح تو (بیوی) کو ہمیشہ رکھنے کیلئے مشروع کیا گیا ہے پس اس کی حیثیت کرائے کے سانڈ کی مثل ہوگئی جیسا کہ (دوسری) حدیث میں آیا ہے۔ اور دوسرا اس لیے ملعون ہے کہ وہ اس قسم کے نکاح کا سبب بنا ہے اور مراد (اس لعنت سے) ان دونوں افراد کی کمینگی (خساست) کا اظہار ہے اس لیے کہ طبع سلیم ان دونوں کے فعلوں (بے غیرتی والے کاموں) سے نفرت کرتی ہے لعنت کی حقیقت مراد نہیں ہے۔''

خود فرمایئے! کہ حدیث کے الفاظ کی تشریح بھی خوب ہے اور دونوں کے فعل کو کمینگی اور طبع سلیم کے

خلاف بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ لیکن پھر حنفیت کا رنگ غالب آ جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ لعنت کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ پتہ نہیں، لعنت کی حقیقت، علمائے احناف کے نزدیک کیا ہے؟ دراصل یہ الفاظ حنفیت کے اس رنگ کے غماز ہیں جو صبغۃ اللہ کے مقابلے میں ان پر چڑھا ہوا ہے۔ اسی لیے آگے فرماتے ہیں:

(**و قيل المكروه اشتراط الزوج بالتحليل في القول لا في النية، بل قد قيل انه ماجورٌ بالنية لقصد الاصلاح**) ''اور کہا گیا ہے کہ زبان سے شادی کے وقت حلالے کی شرط کرنا مکروہ ہے لیکن دل میں نیت ہو تو مکروہ نہیں۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیت کر کے حلالہ کرنے والا ماجور ہے اس لیے کہ اس کا مقصد اصلاح ہے۔'' یہ وہی باتیں ہیں جن کا بے حقیقت اور خلاف منشائے شریعت ہونا ہم واضح کر آئے ہیں لیکن تقلید کی عینک کی وجہ سے ان کو نظر نہیں آ رہی ہیں۔ بھلا ایک لعنتی اور حرام کام بھی اچھی سی نیت کر لینے سے حلال بلکہ باعث اجر ہو سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ کوئی بھی لعنت والا کام نہ حلال ہو سکتا ہے اور نہ باعث اجر اور نہ اس کی کوئی قانونی وشرعی حیثیت ہے کہ اس سے شرعی مقاصد حاصل ہو سکیں جیسا کہ اس لعنتی کام سے زوج اول کیلئے دوبارہ نکاح کا جواز ثابت کیا جا رہا ہے۔ زوج اول کیلئے دوبارہ نکاح کے جواز کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ صرف اور صرف حلالہ شرعیہ ہے جس کی وضاحت قرآن وحدیث میں ملتی ہے۔ اس کے برعکس حلالہ مروجہ (فقہ حنفی والا) یہ زنا کاری ہے۔ کرائے کے سانڈ کے پاس بھی وہ عورت جتنے دن رہے گی دونوں عنداللہ زنا کار رہیں گے، پھر زوج اول کے ساتھ اس عورت کے دوبارہ تعلق کی صحیح شرعی بنیاد چونکہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ دونوں بھی عمر بھر زنا کار ہی رہیں گے۔ **اعاذنا الله منها**.

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ایک سوال کے جواب میں حلالے کا شرعی طریقہ بتلایا گیا ہے اور شوہر ثانی سے شرطِ طلاق کو مکروہ تحریمی لکھا گیا ہے۔ لیکن پھر مفتی صاحب کی رگ حنفیت پھڑکی اور دُرِّ مختار (فقہ حنفی کی معتبر کتاب) کے حوالے سے یہ عربی عبارت نقل کر دی جس کا مطلب وہی ہے کہ اگر دل میں دونوں کی نیت (عارضی نکاح کر کے چھوڑ دینے کی) ہے تو پھر یہ نکاح مکروہ نہیں ہے بلکہ آدمی قصد اصلاح کی وجہ سے ماجور ہوگا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں کہ اگر ایک ماہ بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح ہوا تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ فرماتے ہیں: ''نکاح بشرطِ طلاق بعد ایک ماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کی جاوے اور جو دل میں ارادہ ہے عقد میں ذکر نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے۔''

ایک اور دیوبندی عالم کے ''دلائلِ جواز'' کا جائزہ

زمانہ حال کے ایک اور دیوبندی مفسرِ قرآن جن کی مفصل تفسیر ''روح القرآن'' کے نام سے چھپ رہی ہے، بہ نگرانی مدیر جامعۃ البنوریہ العالمیہ (کراچی) یہ وضاحت اپنی تفسیر میں زیرِ بحث آیت کی وضاحت میں، بعنوان ''حلالہ شرعیہ کی وضاحت'' لکھتے ہیں: ''حلالہ کے معنی ہیں طلاق والی عورت کا (عارضی) نکاح کرنا تاکہ دوسرے شخص سے نکاح کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکے۔'' قرآن مجید کی صراحت و وضاحت کے بعد تین طلاق والی مطلقہ عورت کے اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ عدت کے بعد اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح ہو اور گھر بسانے کے بعد دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے یا دوسرا شوہر طلاق دے دے اور عدت کے بعد اگر سابقہ شوہر اور یہ عورت دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔''

تبصرہ حلالہ شرعیہ کی وضاحت موصوف نے صحیح کی ہے۔ لیکن بریکٹ میں ''عارضی'' کا اضافہ یہاں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حلالہ شرعیہ میں تو نکاح عارضی ہوتا ہی نہیں ہے، اس میں تو نکاح دوسرے شوہر سے بھی مستقل طور پر آباد رہنے ہی کی نیت سے ہوتا ہے اگر یہ نیتِ دوام نہیں ہوگی تو وہ حلالہ شرعیہ ہی نہیں ہوگا، وہ تو حلالہ مرجہ ملعونہ ہی ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ تقلید کا حسین طوق ان کے بھی زیبِ گلو ہے اس لیے ذہن میں یہی سوچ کارفرما ہے کہ بالآخر حلالہ مرجہ کا بھی جواز پیش کرنا ہے، اس لیے موصوف نے حلالہ شرعیہ کی تعریف میں بھی ''عارضی'' کے لفظ کو بریکٹ میں لکھ دیا ہے تاکہ اگلے پیرے میں جس میں حلالہ غیر شرعیہ کو ثابت کرنا ہے کچھ سہارا مل جائے کیونکہ اصل مقصود تو اسی کا اثبات ہے باقی وضاحتیں تو مجبوری ہے، بہر حال اگلے پیرے میں اصل مقصود سامنے آ جاتا ہے اور فرماتے ہیں: ''اس شرعی اور قانونی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا دوسرے شخص سے اس شرط پر عارضی نکاح ہو کہ وہ شخص ہم بستری کے بعد اس عورت کو طلاق دے دے گا۔ حلالے کا شرعی اصولوں کے تحت جائزہ لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلاق کی شرط پر نکاح کرنے سے نکاح تو ہو جاتا ہے اگرچہ ایسی شرط لگانا صحیح نہیں ہے، پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کیلئے شریعت نے دوسرے نکاح کی جو شرط لازمی قرار دی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے لہٰذا عدت کی تکمیل کے بعد باہمی رضامندی سے پہلے شوہر سے نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں رہتی۔''

تبصرہ ہم فاضل مفسر یا مفسرین سے پوچھتے ہیں کہ پہلے حلالہ شرعیہ کی جو تعریف آپ نے کی ہے اگر وہ صحیح ہے اور یقیناً وہ صحیح ہے سوائے ایک لفظ عارضی کے۔ اور حلالے کا شرعی اصولوں کے تحت جائزہ لینے سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حلالہ غیر شرعیہ یا حلالہ ملعونہ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ تو پھر حلالہ شرعیہ اور حلالہ غیر شرعیہ میں کوئی فرق تو نہ رہا۔ اور وہ کون سے شرعی اصول ہیں کہ ان سے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے؟ اور کیا حرام طریقے سے ایک دوسرے جائز کام کے شرعی اور قانونی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں؟

اگر ایسا ہے تو پھر حلالہ مروجہ کو لعنتی فعل کیوں قرار دیا گیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان (لعن اللہ المحلل) کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہو۔ اگر اس لعنتی طریقے سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے تو پھر اس کو لعنت والا کام ہی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے (نعوذ باللہ) ایک نہایت آسان طریقے پر خواہ مخواہ بند باندھ دیا ہے گو امتی کہلانے والوں نے بہ لطائف الحیل اس بند کو فقہی موشگافیوں کے ذریعے سے توڑ دیا ہے۔

امت کے خیر خواہ تو یہ حیلہ ساز فقہاء اور ان کے پیروکار اصحاب جُبہ و دستار مفتیان کرام اور شیوخ الحدیث ہوئے نہ کہ رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس بے غیرتی والے کام پر اس کو لعنتی قرار دے کر بند باندھا۔ لیکن کہنے والوں نے کہا: چند راتوں کی بے غیرتی سے بھی شرعی اور قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ آہ! اقبال نے سچ کہا تھا ؎

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند

صاحب تفسیر مزید فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔'' حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو لعنت فرمائی ہے وہ طلاق کی شرط کی وجہ سے ہے اگر بلا شرط کے یہ کام ہو تو لعنت بھی نہیں ہے۔ شرط کے ساتھ ہو تو بھی قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے مگر گناہ کے ساتھ۔ اور بغیر شرط کے ہو تو لعنت و گناہ کا کوئی عنصر (Element) پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔''

اس عبارت میں صاحب تفسیر کی ژولیدہ خیالی، پریشاں فکری اور حرام کو حلال ثابت کرنے کی سعی مذموم میں ضمیر کی کشمکش کو آسانی سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے! پہلے موصوف نے فرمان رسولؐ کی از

خود ایک علّت (وجہ) وضع کی۔ دوسرے نمبر پر فرمایا: وہ علّت (شرط طلاق) نہ ہو تو لعنت بھی نہیں۔ تیسرے نمبر پر فرمایا: شرط کے ساتھ ہو تو بھی قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے مگر گناہ کے ساتھ۔ چوتھے نمبر پر فرمایا: اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی قطعاً گنجائش نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ نے پورے شرح صدر کے ساتھ حدیث رسولؐ کی خود ہی ایک علّت گھڑ کر یہ فیصلہ کر دیا کہ بہ نیت تحلیل نکاح میں یہ علّت (شرط طلاق) چونکہ نہیں ہوتی اس لیے سرے سے لعنت والا کام ہی نہیں ہے اور مزید رعایت دیتے ہوئے فرما دیا کہ شرط طلاق کے ساتھ بھی نکاح ہو تو قانونی ضرورت تو پوری ہو ہی جاتی ہے گو گناہ کے ساتھ ہی سہی۔ اس طرح حدیث رسولؐ کی ساری اہمیت کو ختم اور اس کے اصل مقصد و غایت کو غت ربود کر کے حلالہ ملعونہ کا مکمل طور پر جواز فراہم کر دیا۔ اس کے بعد تو سارا مسئلہ ہی ختم اور ساری بحث ہی تمام ہو جاتی ہے۔ لیکن مفسر موصوف اس ساری کدّ و کاوش اور فکری جانکاہی کے باوجود اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے میں ناکام ہی رہے اور دل و دماغ کو اس کشمکش سے پاک نہ کر سکے کہ جس کام پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس لعنت کا تقاضا تو اس کام کی حرمت و ممانعت ہے، نہ کہ اس کی حلت اور اس کا جواز؟ چنانچہ سب کچھ کرنے اور سارے پاپڑ بیلنے کے باوجود ضمیر کی خلش نے ان کے قلم سے بالآخر یہ الفاظ بھی لکھوا دیئے۔ ''اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔''

محترم! کیوں نہیں؟ جب آپ کی فقہی نکتہ سنجیوں اور تقلیدی موشگافیوں سے وہ کام حرام ہی نہیں رہا، بلکہ حلال ہو گیا اور حلال ہی نہیں ہوا بلکہ اجر و ثواب کا باعث ہو گیا، تو اس کی تحسین کیوں نہیں کی جا سکتی؟ کیا اجر و ثواب والے کام کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قابل تحسین نہیں؟ اب دو ہی باتیں ہیں یا تو حلالہ ملعونہ کو حلالہ کرنے کی کوشش قابل تحسین نہیں اور اگر یہ کوشش قابل تحسین ہے تو پھر یہ فرمان غلط ہے کہ حلالہ ملعونہ کی تحسین کی قطعاً گنجائش نہیں۔ دونوں باتیں بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتیں۔

احکام شرعیہ میں علّت کا مسئلہ

احکام شرعیہ میں علّت کا مسئلہ اپنی جگہ ایک اہمیت کا حامل ضرور ہے لیکن اس کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اس سے اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ علاوہ ازیں اس دور میں شریعت کے اصل احکام سے انحراف کرنے والے (منکرین حدیث، مغرب زدہ مستغربین اور مُتَشَکّکین) نے اس کو اپنی فکری گمراہی اور استشراقی فکر کے اثبات کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور شریعت کے جس مسئلے سے جان چھڑانی ہو، وہاں وہ یہی ذریعہ اختیار کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک علت گھڑ کے کہتے ہیں کہ اس کی اصل علت یہ تھی اب چونکہ یہ علت

باقی نہیں رہی اس لیے یہ حکم بھی باقی نہیں رہا، اس طرح عورتوں کے بارے میں اسلام نے عورت کی عصمت و تقدس کے تحفظ کیلئے جو احکام دیئے ہیں (مثلاً پردہ، صرف گھریلو امور کی ذمہ داری، وغیرہ) وہ ان سب کو ختم کر کے مغرب کی طرح عورتوں کیلئے ہر طرح کی آزادی کو اسلام کا حکم باور کرانا چاہتے ہیں۔ ''روح القرآن'' کے فاضل مؤلف یا مؤلفین نے اپنے حلالہ ملعونہ کے اثبات کیلئے اس علت کے ہتھیار کو بھی استعمال کیا اور مذکورہ ضالّ اور مُضِلّ گروہوں کی طرح اپنی طرف سے ایک علت گھڑ کے اس لعنت والے کام سے لعنت والا عنصر ختم کر کے اس کو ملعون کے بجائے مأجور (باعث اجر) قرار دے دیا ہے جیسا کہ ان کے فقہائے متقدمین و متاخرین کا مؤقف چلا آرہا ہے۔ ''روح القرآن'' کے مؤلف نے اس کی کیا علت بیان کی ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ ان شاء اللہ اس پر گفتگو ہوگی۔ اس سے پہلے آپ علت کے مسئلے کی اصل حیثیت سمجھ لیں۔

احکام شرعیہ میں اصل چیز اطاعت ہے، جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہو، اس کی علت کیا ہے؟ اس بحث میں پڑے بغیر، اس کا ماننا، اس پر بلا چون و چرا عمل کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ مسلمان وحی الٰہی کا پابند ہے، اس کی عقل میں آئے یا نہ آئے۔ ہر شخص کی عقل الگ الگ ہے، اگر عمل کرنے کیلئے عقل میں آنا ضروری ہوتا تو حکم الٰہی اور احکام شرعیہ بازیچہ اطفال بن کر رہ جاتے، کوئی کہتا: یہ عمل معقول ہے۔ کوئی کہتا: میری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ کوئی کہتا: یہ حکم اس طرح ہوتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ اس لیے اسلام میں عقل کو یہ مقام نہیں دیا گیا ہے کہ مسلمان حکم الٰہی کو اپنی عقل کے پیمانے سے جانچے پرکھے، بلکہ اپنی عقل کو حکم الٰہی کا پابند بنا کر رکھے۔ کیونکہ ہر حکم الٰہی کی حکمت، علت اور غایت تک ہر شخص کی عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب ابوجہل نے جا کر بتلایا کہ تیرا پیغمبر تو اب یہ کہہ رہا ہے کہ وہ راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر واپس آگیا ہے کیا تو اب بھی اس کی بات مانے گا؟ ابوجہل کو یقین تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے ماننے میں یقیناً تأمل کرے گا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر واقعی میرے پیغمبر نے یہ کہا ہے تو سچ ہے، کیونکہ میرے پیغمبر پر تو وحی آتی ہے تو جب میں اپنے پیغمبر کی وحی پر مبنی تمام باتیں تسلیم کرتا ہوں تو پیغمبر کی زبان سے اقرار کردہ واقعہ اسراء کا انکار میں کس طرح کرسکتا ہوں؟

یہ ہے ایک مسلمان کا طرز عمل، وہ حکم الٰہی اور فرمان پیغمبر کے مقابلے میں اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ احکام الٰہیہ عقل کے خلاف ہیں اس لیے عقل کے استعمال کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر حکم الٰہی کی حکمت و غایت تک ہر عقل کی رسائی ممکن نہیں، تو جس چیز کی حکمت انسان کی عقل میں نہ آئے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خلاف عقل ہے بلکہ وہ اس کی عقل و فہم سے ماوراء ہے۔ انسانی عقل محدود ہے،

ضروری نہیں کہ ہر بات کی حقیقت تک اس کی رسائی ہو جائے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ احکام الٰہیہ میں عقل وقیاس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے: ''اگر دین میں عقل ورائے کا دخل ہوتا تو جرابوں پر مسح اوپر والے حصے کے بجائے نیچے حصے پر کرنے کا حکم ہوتا'' دین کے بہت سے احکام ہیں جن کی حکمت و مصلحت آسانی سے سمجھ (عقل) میں آجاتی ہے لیکن متعدد احکام ایسے بھی ہیں جن کی حکمت صرف اللہ ہی جانتا ہے، انسانی عقل کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں۔ لیکن ہر دو کا ماننا مسلمان کیلئے ضروری ہے۔

یہی مسئلہ احکام شرعیہ کی علت کا ہے۔ ہر حکم کی علت بیان نہیں کی گئی ہے، اکثر احکام علت کے بغیر ہی بیان کئے گئے ہیں ان کی علت سمجھے بغیر ان پر عمل کرنا حالانکہ حدیث کے الفاظ یا دیگر شرعی قرائن سے ان کی بات کی قطعاً تائید نہیں ہوتی بلکہ اول تو دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ حکم بھی بغیر کسی علت کے بیان ہوا ہے اس لیے ہم اپنی طرف سے اس کی علت گھڑ کر اس حکم کو کالعدم نہیں کر سکتے۔ یہ حکم شریعت کے مقابلے میں ایک نہایت شوخ چشمانہ جسارت ہے۔ ثانیاً اس حکم لعنت پر غور کیا جائے جیسا کہ مفسر مذکور نے غور کیا لیکن انہوں نے چونکہ تقلیدی عینک چڑھائی ہوئی ہے تو اس میں وہی رنگ نظر آیا جو ان کی عینک پر لگے ہوئے تقلیدی شیشے کا رنگ تھا، لیکن نظر حقیقت اور صاف شفاف عینک سے دیکھا جائے تو اس میں کارفرما علت اگر کوئی ہوسکتی ہے تو ایک نہیں، چار علتیں ہیں۔ایک، غیرت کا تحفظ۔ دوسری علت، انصاف کی علم برداری۔ تیسری علت، نسب اور خاندانی نظام کا تحفظ۔ چوتھی علت، اسلامی معاشرے سے کرائے کے سانڈوں (زناکاروں) کا خاتمہ۔

اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

1۔ چند راتوں کیلئے طلاق کی شرط کر کے ایک خوبرو نوجوان لڑکی کو کسی کے سپرد کر دینا، غیرت کے خلاف ہے، کوئی غیرت مند مرد اس کو برداشت کر سکتا ہے نہ کوئی غیرت مند عورت، بالخصوص جبکہ وہ جوان بھی ہو اور حسن و جمال میں بھی یکتا۔ اس حکم لعنت میں کارفرما علت اس بے غیرتی کا سدّ باب ہے۔ جو دین حیا وعفت کی اعلیٰ تعلیمات کا حامل ہو، وہ حلالہ ملعونہ جیسی بے غیرتی کو کب برداشت کر سکتا ہے؟

2۔ تیسری طلاق دینے کا مجرم مرد ہے نہ کہ عورت۔ عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ جرم کی سزا مجرم (مرد) کو ملے نہ عورت کو، جو یکسر بے قصور ہے۔ لیکن حلالہ ملعونہ میں سزا عورت کو بھگتنی پڑتی ہے اور اس کو چند راتیں چار و ناچار کسی بوالہوس کے پاس گزارنی پڑتی ہیں اور اگر اس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ طلاق دینے سے انکار کر

دے تو وہ عورت تو پھر عمر بھر اس روگ اور غم میں مبتلا رہے گی کہ اس کی راتیں اس کے پسندیدہ شوہر کے بجائے اس سانڈ کے پہلو میں گزر رہی ہیں جسے وہ پسند نہیں کرتی اور اس کی تو خدمات عارضی طور پر ایک کرائے دار کی حیثیت سے حاصل کی گئی تھیں لیکن وہ میرا مالک بن بیٹھا۔ ذرا تصور کیجئے! ایک غیرت مند عورت کیلئے یہ تصور کس طرح روح فرسا اور اعصاب شکن رہے گا۔ کیا اسلام اس بے انصافی کا علم بردار ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اسلام کا حکم ہے کہ عورت کی شادی کرتے وقت اس کی رضامندی بھی حاصل کرو، اور جو شخص اس کو ناپسند ہو وہاں بالجبر اس کا عقد مت کرو۔ حلالہ ملعونہ میں جو نکاح کا ناٹک رچایا جاتا ہے، کیا وہاں اسلام کی اس تعلیم کا کوئی معمولی سا بھی اہتمام کیا جاتا ہے؟ وہاں تو صرف اپنی خود ساختہ شرط منوا کر آنکھیں بند کر کے ایک عورت کو ایک مرد کے حوالے کر دیا جاتا ہے چاہے وہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو۔

3۔ تیسری علت، نسب اور خاندانی نظام کا تحفظ ہے۔ حلالہ ملعونہ اس کے یکسر خلاف ہے۔ اگر چند راتوں کی ہم بستری سے عورت کو حمل قرار پا جائے۔ تو فی الحال اس بحث کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اولاد صحیح النسب ہوگی یا ولد الزنا؟ (حالانکہ حدیث اور آثار صحابہؓ کی روشنی میں یہ ولد الزنا ہے) تاہم زوج اول کیلئے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کیلئے یہ حلالہ ملعونہ ایجاد کیا گیا ہے، یہ اولاد ناقابل برداشت ہوگی، بالخصوص جبکہ اس کی پہلے بھی اولاد ہو۔ اس کی وجہ سے خاندانی نظم میں جو دراڑیں پڑیں گی، محتاج وضاحت نہیں۔ کیا اسلام، جو صحیح النسبی اور خاندانی نظام کے تحفظ کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اس مذاق کو برداشت کر سکتا ہے؟

4۔ چوتھی علت، کرائے کے سانڈوں کا خاتمہ ہے۔ اسلام نے اسلامی معاشرے کو زناکاری سے بچانے کیلئے دور دور تک بند باندھ دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی نہایت کڑی سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ کوئی اس کا ارتکاب کرنے کی جسارت نہ کرے لیکن حلالہ معلونہ کے ذریعے سے تقدس مآبی کے نام پر زناکاری کا ایک آسان راستہ کھول دیا گیا ہے۔ بھلا اسلام اس کو کس طرح پسند کر سکتا ہے؟

محترم! حلالہ ملعونہ کی علت شرطِ طلاق ہرگز نہیں ہے بلکہ مذکورہ چار علتیں ہیں، ان میں سے ہر ایک علت اتنی اہم ہے کہ اس کی حرمت و ممانعت کیلئے وہی کافی ہے چہ جائیکہ چار علتیں حرمت کی جمع ہو جائیں پھر بھی حلالہ ملعونہ جائز رہے؟ ان هذا لشئی عجاب. اللہ تعالیٰ ان فقیہان حرم کو یہ توفیق دے کہ وہ تقلیدی جمود میں قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات کو مسخ نہ کریں اور دین کو اس طرح کھیل کود نہ بنائیں جس طرح یہود کے علماء نے بنالیا تھا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا﴾ [الاعراف:۵۱]

(جاری ہے)